

اسلامی ادبیات۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی نثر نگاری (تحقیقی جائزہ)

* محمد فرمان علی

** محمد ادریس لودھی

ABSTRACT

The last half of the 19th century raised several difficulties for the Muslims. Because the British occupied many Muslim countries included Sub-continent and wanted to spread their culture and civilization there through education. However, tow things emerged on the stage, one of the two was to fill up the gap between Islam and the West. The second thing was of refutation and impediment against the Western civilization.

In flourishing the advanced academic prose in Urdu the Islamic scholars eagerly participated in it. When Sir Syed Ahmad Khan was producing new kind of prose, at the same time Hazrat Maulana Muhammad Qasim Nanotvi and his contemporaries wrote such prose as can be purely called an academic language but nothing else. His writings like 'Aab-e-Hayyat', 'Tasfiya-tul-Aqaaid' and 'Mubahisa Shahjahan Pur' can be presented as arguments to pursue this. The names of Maulana Shibli Nomani, Maulana Altaf Hussain Hasali and Maulana Abu-al-kalaam who presented the good models of advanced academic prose except Maulana Muhammad Qasim Nanotvi are prominent. Advanced academic prose is a pure form of prose. Maulana Muhammad Qasim Nanotvi presents the explanation of his topic with logic and argument. He infuses strength in the advanced academic prose with the help of his external knowledge, internal personality and experience. Academic prose carries its own importance due to its uses. Maulana Muhammad Qasim Nanotvi is presented as a prose writer in this paper.

عہد، حیات، شخصیت اور علمی کارنامہ

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ذات اپنے عہد کی ممتاز ترین اور تاریخ ساز شخصیت تھی۔ جب انکی ولادت ہوئی تو ہندوستان میں مسلمانوں کا تقریباً آٹھ سو سالہ حاکمانہ اقتدار خطرے میں تھا۔ ایسٹ انڈیا کی فوج نے پورے

* ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاولدین زکریا یونیورسٹی ملتان

** پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاولدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ہندوستان میں غارت گری ڈال رکھی تھی۔ مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد اسلام دشمن تحریکیں عیسائیت، رافضیت، ہندومت اور یہودیت کی شکل میں مسلمان کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف تھیں۔

ان حالات میں مولانا قاسم نانوتوی نے مسلمانوں کو سہارا دیا اور اسلام کے دفاع اور تحفظ کو یقینی بنایا۔ آپ نے اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں، غیر متزلزل عزائم، خلوص و للہیت، سادگی اور شرافت کے ذریعے اسلام کے خلاف تحریکوں کا مقابلہ کیا۔ آپ نے اسلامی معاشرے میں پیدا ہونیوالی بدعات و خرافات کا خاتمہ کیا اور اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی۔ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر اسلامی فکر و ثقافت اور ادب کو اغیار کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کیا۔ ایسی قابل قدر شخصیات کبھی فنا ہوتی ہیں نہ ہی ان کے روشن کارناموں سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ان کے نام کی یاد تاریخ کے اوراق اور لوگوں کے سینوں میں ہمیشہ رہتی ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وطن قصبہ نانوتہ ہے جو ضلع سہارنپور میں واقع ہے۔ قصبہ نانوتہ دہلی سے شمال کی جانب ساٹھ میل گنگوہ سے مشرق کی طرف نو میل، سہارنپور سے جنوب کی طرف پندرہ میل اور دیوبند سے مغربی سمت میں بارہ میل کی مسافت پر ہے۔ ”دلی سے ساٹھ کوس اتر اور سہارنپور سے پندرہ کوس دکھن، گنگوہ سے نو کوس پورپ، دیوبند سے بارہ کوس پچھم“ واقع ہے۔ (۱) نانوتہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن وہاں علم و فضل، رشد و ہدایت، تصوف و طریقت کی فضاء عام تھی۔ اکابر علماء و مشائخ کی یہاں برابر آمد و رفت جاری رہتی۔ سید احمد شہید (م ۱۸۳۱ء) بھی کبھی کبھار اپنی تحریک کے سلسلے میں گنگوہ تھانہ بھون اور نانوتہ تشریف لاتے رہتے۔

مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا اصل وطن تھانہ بھون تھا مگر نانوتہ میں انکی عزیز داری تھی۔ انکی ایک بہن بھی نانوتہ میں بیاہی تھیں جسکی وجہ سے آپ اکثر نانوتہ آیا کرتے تھے۔ ان عوامل کی بنا پر نانوتہ کی فضاء میں دینی شعور، تصوف اور جوش جہاد کے پورے رجحانات پوری طاقت کے ساتھ موجود تھے۔ اس ماحول میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ولادت ہوئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا سلسلہ نسب محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاؤ الدین بن محمد فتح بن مفتی بن عبد السمیع بن مولوی محمد ہاشم۔۔۔۔۔ الخ سلسلہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔ (۲) اس لیے آپ صدیقی ہیں۔ یہاں کے صدیقی شیوخ کے مورث اعلیٰ مولوی محمد ہاشم جو شاہ جہاں کے عہد حکومت میں بلخ سے ہندوستان آئے اور قصبہ نانوتہ کو اپنا وطن بنایا۔

آپکے والد شیخ اسد علی اگرچہ باقاعدہ معروف عالم نہیں تھے۔ لیکن اس دور کے لحاظ سے تعلیم یافتہ انسان تھے۔ اس دور میں سرکار کی زبان فارسی تھی جسکی وجہ سے فارسی کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ فارسی کا فقہائے نصاب

شاہنامہ فردوسی تھا۔ آپ کے والد شیخ اسد علی کی تعلیم شاہنامہ تک تھی، آپ کے والد نے ملازمت کی بجائے زراعت کو ترجیح دی اور کاشتکاری کو مستقل ذریعہ معاش بنایا، آپ کی والدہ سہارنپور کے مشہور وکیل شیخ وجیہ الدین کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے نانا بہت رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے، وکالت ذریعہ تھا۔ (۳)

حیات و وفات :

مولانا نانوتوی کی ولادت نانوتہ ضلع سہارن پور کے معزز صدیقی خاندان میں ۱۲۳۸ھ بمطابق ۱۸۳۲ء میں ہوئی آپ کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کی اور بہت کم سنی میں قرآن پاک ختم کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خوش نویسی بھی سیکھی۔ آپ اپنے ساتھیوں میں ممتاز شمار ہوتے تھے۔

آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کی اور اس کے بعد نو سال کی عمر میں کچھ مصلحتوں کی پیش نظر آپ کو دیوبند بھیج دیا گیا وہاں آپ شیخ کرامت حسین کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ شیخ کرامت حسین آپ کے خاندان کے ایک بزرگ تھے۔ ان کا خوبصورت محل جو اس وقت محلہ دیوان کے نام سے مشہور تھا۔ بعد میں یہی شیخ کرامت آپ کے سر بنے۔ شیخ کرامت حسین کی حویلی کا ایک حصہ میں مولوی مہتاب علی طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے یہاں آکر میزبان، مشعب وغیرہ پڑھنی شروع کیں۔ اس وقت فارسی زبان کی بہت اہمیت تھی۔ فارسی زبان کا نصاب بہت زیادہ ہوتا اور کئی سال تک چلتا مگر مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس نصاب کو جلد ختم کر لیا۔ قیام سہارنپور کے دوران آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔ ہر قسم کی دوا استعمال کرنے کے باوجود ضعف بڑھتا رہا یہاں تک کہ آپ پر بہوشی طاری ہو گئی۔ نماز کے لیے کہا گیا تو آگے سے اچھا کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکے دو دن یہی کیفیت رہی۔ بالآخر وہ وقت آگیا جس سے کوئی فرار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ چار جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات بمطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ دارالعلوم دیوبند کے پاس ہی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اولاد میں تین بیٹے مولانا حافظ احمد، محمد اور حافظ محمد ہاشم اور تین بیٹیاں اکرام النساء، رقیہ اور عائشہ چھوڑیں۔ آپ کے ”پوتوں میں حضرت مولانا قاری طیب صاحب اور قاری محمد طاہر کے نام روشن ہیں۔ جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے۔“ (۴)

علمی کارنامے:

آپ نے دیوبند میں رہتے ہوئے نحو میر، پنج گنج، تک کتب پڑھی تھیں کہ آپ کے گھر والوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو سہارنپور اپنے نانا کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آپ سہارنپور اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور ہدایتہ الخو وغیرہ جیسی کتب شروع کیں۔ آپ ایک سال سہارنپور رہے۔ انہی دنوں میں سہارنپور وبائی بخار سے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے نانا کی وفات کا جو حادثہ پیش آیا اور اسکی وجہ سے سہارنپور میں قیام کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ رہی، مجبوراً نانوتہ واپس لوٹنا پڑا۔ اسی زمانہ میں مولانا مملوک علی کا بھی ایک طویل سفر پر روانہ ہو جانا، جس سے واپسی کی توقع بھی متشبہ تھی۔ یہ صورت حال ایسی تھی کہ اس کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تعلیمی زندگی کا شاید یہ سب سے زیادہ نازک زمانہ تھا۔ (۵) اسی بنا پر آپ نانوتہ واپس آگئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً بارہ سال تھی۔

محرم ۱۲۶۰ھ بمطابق ۱۸۴۴ء کو مولانا مملوک علی نانوتوی کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے اور انہیں اپنے بیٹے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے ہمراہ عربک کالج دہلی میں داخل کروا دیا۔ یہ کالج پہلے غازی الدین خاں کا مدرسہ کہلاتا تھا۔ جو بیروت امگیری گیٹ پر واقع تھا اس مدرسہ کے تمام اخراجات نواب غازی الدین خان پورے کرتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۲۵ء میں اسکو مدرسہ دہلی کا نام دے کر اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس کالج میں انگریزی اور عربی زبانوں کے الگ الگ شعبے تھے عربی شعبہ میں اسلامی علوم و فنون پڑھائے جاتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کا اونچا طبقہ اپنی اولاد کو عربی تعلیم کے لیے اسی مدرسہ میں بھیجتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور سر سید احمد جیسے حضرات اسی کالج سے پڑھے تھے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ذات میں قدرت نے جو مخفی صلاحیتیں رکھی تھیں ان کا ظہور اسی کالج سے ہو گیا تھا۔ آپ نے تقریباً تمام علوم و فنون کی کتابیں مولانا مملوک علی سے پڑھی تھیں۔ البتہ چند کتب دہلی کے دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھی تھیں۔ جن میں مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا نام بھی شامل ہے۔ آپ پڑھتے تو مولانا مملوک علی صاحب کے پاس ان کے گھر پر لیکن آپ کا نام کالج میں ہمیشہ شامل رہا لیکن آخری سال آپ کالج کے امتحان میں شریک نہ ہوئے سب کو حیرت تھی۔ کیونکہ سب کو یقین تھا کہ آپ کالج میں اول آئے گے۔ لیکن مولانا محمد قاسم نانوتوی کا کہنا تھا کہ میں انگریزی نظام کے تحت چلنے والے ادارے کی سند اور سر ٹیفکیٹ کی رسوائی سے بچ گیا۔ آپ نے تعلیم دنیا کے لیے حاصل نہیں کی تھی۔ اس لیے آپ کو کالج چھوڑنے کا قطعاً افسوس نہیں تھا۔ (۶)

چنانچہ آپ نے بالقصد امتحان چھوڑ کر کالج سے اپنا نام خارج کرو الیاء عربیک کالج سے آپ کو ذہنی مناسبت نہ تھی اور امتحان میں اس لیے شرکت کو ضروری نہ سمجھا۔ کیونکہ علوم و فنون کی اکثر کتابیں آپ نے پڑھ لی تھیں۔ علوم و فنون کی تعلیم کے بعد حدیث کی تعلیم کے لیے آپ کی نظر شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی پر پڑی چنانچہ آپ نے اور حضرت رشید احمد گنگوہی نے شاہ صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا صحاح ستہ میں سے ابو داؤد کے علاوہ باقی کتابیں حضرت شاہ صاحب سے پڑھیں۔ اور ابو داؤد شاہ اسحق صاحب کے شاگرد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے پڑھی۔ (۷)

مولانا محمد قاسم نانوتوی بچپن ہی سے حاجی امداد اللہ مہاجر کی سے مانوس ہو چکے تھے یہی انس بعد میں عقیدت میں تبدیل ہو گیا۔ یہ تفصیل اتنی زیادہ نہیں ملتی کہ کب بیعت کی مگر حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی باطنی کیفیات میں عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ واپس جب نانوتہ آئے تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ برس تھی۔ آپ کے والد شیخ اسد علی کا ذریعہ معاش زراعت تھا۔ اسد علی کی خواہش تھی کہ بیٹا کوئی ملازمت اختیار کرے لیکن نانوتوی صاحب ابتداء سے ہی سادگی کی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ جس کی وجہ سے ملازمت کی طرف زیادہ رجحان نہ تھا۔

چنانچہ انہی حالات میں آپ دہلی چلے گئے جہاں آپ کے استاد احمد علی صاحب کے پیش نظر احادیث کی کتابوں کی اشاعت تھی۔ جب مولانا محمد قاسم نانوتوی وہاں پہنچے تو ان کے استاد نے انہیں وہیں مطبع احمدی میں ملازمت دے دی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تمام کتابیں ابھی تک جو طبع ہو چکی ہیں۔ یہاں پر ان کا اجمالی تعارف اور ان کا علمی مقام بیان کرنا مناسب ہے۔ ایک بات مزید یہ سامنے آئی ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بعض تحریرات ایسی بھی ہیں جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکیں۔

آب حیات:

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ م ۱۸۸۰ء کی معرکتہ الآراء کتاب ’آب حیات‘ ہے۔ اور ایسی دقیق، عمیق اور صعب ملکہ اصعب کتاب ہے۔ حالانکہ اردو میں ہے مگر اپنی دقت کی بنیاد پر شاید ہی کوئی کتاب اس کی مثل ہو۔ اس کتاب کے متعلق حضرت مولانا صوفی عبدالجید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گجرانوالہ فرماتے ہیں کہ ”ہم اپنے استاد شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کے ترمذی اور بخاری شریف کے درس کے دوران بارہا سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے یہ کتاب علماء کے امتحان کے لیے لکھی۔“ اس کتاب کے

دیباچے میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے خود لکھا ہے کہ جس طرح ’ہدیتہ الشیعہ‘ کی تصنیف کا محرک حضرت مولانا گنگوہیؒ تھے۔ اسی طرح ’آب حیات‘ کی تصنیف کا محرک حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ تھے۔ (۸) اس کتاب میں نقلیات یعنی قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کا بھی ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۸۶ء میں لکھی تھی۔

قبلہ نما:

”قبلہ نما“ دراصل انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ ہے۔ یہ کتاب آریہ سماج کے پنڈت دیانند سرسوتی کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ دیانند سرسوتی نے ۱۲۹۵ھ میں مسلمانوں پر اعتراض کیا تھا کہ مسلمان اہل ہندو پر بت پرستی کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود بھی ایک مکان کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں جو بہت سے پتھروں کا بنا ہوا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس اعتراض کے اولاً سات جوابات دیئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا جواب مکمل ہے۔ پھر اس کے بعد آٹھواں جواب دیا ہے جس کی دو تقریریں کی ہیں۔ ایک مجمل اور دوسری مفصل یہ کتاب نہایت باریک حروف کی کتاب ہے۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کا اکثر حصہ مفصل جواب پر حاوی ہے۔ (۹)

ہدیتہ الشیعہ:

یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی جو قدرے آسان ہے۔ اس کتاب میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا جو استدلال نظر آتا ہے وہ تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ اول قرآنی آیات، دوم صحیح احادیث اور سوم کتب معتبرہ شیعہ ان تینوں کا مسلم ہونا شیعوں کے نزدیک درست ہے۔ ۱۲۸۳ھ میں شیعہ کے کچھ اعتراضات کے بارے میں حضرت رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک خط مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرف لکھا تھا کہ ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر روانہ فرمائیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے متفرق اوقات میں ان اعتراضات کے جوابات لکھ کر ماہ صفر ۱۲۸۴ھ یعنی چند ماہ میں اس کو مکمل کیا اور اس کا نام ”ہدیتہ الشیعہ“ رکھا اس کتاب میں شیعہ حضرات کے تمام اور ماہہ الامتياز مسائل کا ذکر آگیا ہے۔ جس میں صحابہ کرامؓ کا ایمان و مقام، شیعوں کا عقیدہ و تقیہ، مباحث فدک اور وراثت وغیرہ کے اعتراضات شامل ہیں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں تحقیقی جوابات لکھے۔ (۱۰)

اجو بہ اربعین:

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس کتاب میں چالیس مختلف جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ اس بنا پر اسکا نام 'اجوبہ اربعین' رکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں مکالمہ اور مضامین کا دقیق سرمایہ موجود ہے۔ یہ کتاب اہل رافضیت کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ایک دن اور رات میں مکمل کیا اور اس میں ۲۸ اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں بارہ اعتراضات کے جوابات تحریر ہیں۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ ہر ایک اعتراض کا ایک جواب آپ کے داماد حضرت عبداللہ انصاری نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ پہلا جواب مولانا محمد قاسم نانوتوی کا اور دوسرا جواب مولانا عبداللہ انصاری کا ہے۔ بعض جوابات مختصر اور بعض طویل ہیں جوابات لاجواب ہیں۔ جن کے پڑھنے اور ان میں غور فکر اور تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔ اور انصاف شرط ہے۔ (۱۱)

تخذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ:

یہ مختصر رسالہ بھی حضرت مضاف کا ایک معرکتہ الآراء اور علمی رسالہ ہے۔ ایک استفتاء کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا تھا۔ رسالہ اپنے استدلال اور علمی نکات کی دقت کی وجہ سے مشکل ہے۔ (بعض لوگوں نے کم فہمی یا شقاوت کی وجہ سے عبارتوں میں قطع برید و تقدیم و تاخیر کر کے کچھ کا کچھ بنا کر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر تکفیر بازی بھی کی)۔

دراصل رسالہ میں حضرت نے آیت ختم نبوت کی ایسی عالی تحقیق فرمائی ہے کہ جس کی مثال علمی ادب میں نہیں مل سکتی ختم نبوت مکانی اور رتبی اعتبار سے ہر طرح حضور ﷺ پر ختم ہے۔

قصائد قاسمی:

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تصنیف میں سے ایک 'قصائد قاسمی' بھی ہے۔ اس رسالہ میں حضرت مولانا کے چند قصائد ہیں۔ ایک قصیدہ بہاریہ جو حضور اکرم ﷺ کی مداح میں بزبان اردو ہے۔ جس کے ایک ایک شعر سے حضور ﷺ کے عشق و محبت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک قصیدہ عربی زبان میں ہے جو ترکی کی خلافت کے خلیفہ وقت سلطان عبدالحمید کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ بھی بڑا معیاری قصیدہ ہے۔ زبان کے اعتبار سے کسی متقدم شاعر کی فصاحت و بلاغت سے کم نہیں۔ اسی طرح ایک قصیدہ فارسی زبان میں ترکی خلافت کے متعلق ہے۔ اس دور میں علماء دیوبند کا ایک بنیادی نظریہ خلافت اسلامیہ کے ساتھ اتصال تھا، جس کے نمائندے ترکی تھے۔ ایک

قصیدہ اپنے رفیق شہید حضرت حافظ ضامن کا مرثیہ لکھا ہے۔

شجرہ منظومہ بھی فارسی زبان میں ہے۔ اس مجموعہ میں کچھ قصائد دوسرے اکابر کے بھی ہیں مثلاً ذوالفقار علی صاحبؒ، مولانا فیض الحسن اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا بھی ایک ایک قصیدہ اس مجموعہ میں شاہکار ہے۔ (۱۲)

حجتہ الاسلام:

یہ بڑے سائز کے ۵۰ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے۔ اردو زبان میں اس میں اسلام کے تمام ضروری عقائد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے پر حکمت اسلوب سے رقم کیے۔ اس انداز میں ان کی تبیین و تشریح کی ہے کہ عقل سلیم رکھنے والے حضرات اس کو پڑھ کر اسلام کے عقائد کے بارے میں اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔ غیر مسلم حضرات بھی ان کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ رسالہ بار بار طبع ہوا ہے اور بہت سے خوش بخت لوگوں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے عنوانات مولانا محمود الحسن نے قائم کیے ہیں۔ یہ رسالہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ایک دن اور رات میں لکھا اس رسالہ کا نام مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ نے تجویز فرمایا ہے۔ (۱۳)

انتصار الاسلام:

اس رسالے میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے آریہ سماج کے دس سوالوں کے جوابات لکھے ہیں۔ ہر اعتراض کے دو دو جواب حضرت نانوتویؒ نے دیئے ہیں۔ ایک جواب الزامی ہے، جس سے معترض کو خاموش کر دیا ہے۔ اور دوسرا جواب تحقیقی، آریہ سماجیوں اور اس قسم کے دیگر معترضین حضرات کو ایسے دندان شکن جوابات دیئے ہیں کہ ہمیشہ ان لوگوں کو اس قسم کے اعتراضات کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کمال درجہ کی تحقیقات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کی تبویب اور عنوانات کا قائم کرنا اور بعض جگہ مفید حواشی تحریر کرنے کا کام مولانا سید محمد میاں دیوبندی نے کیا ہے۔ (۱۴)

تقریر دلپذیر:

یہ کتاب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بے مثال اور عجیب و غریب کتاب ہے۔ افسوس کہ یہ کتاب حضرت مکمل نہ کر سکے، یہ اردو زبان میں ہے۔ تمام عقائد دینیہ، اصولیہ و فروعیہ کو عقلی استدلال سے قریب الفہم کر دیا ہے۔ اس طرح کہ اگر کوئی غیر متعصب غیر مسلم بھی اسکو پڑھے گا تو اسلام کے نظام عقائد کو برحق سمجھے گا اسکو بھی بہت کم اشکالات واقع ہوں گے۔ یہ کتاب بھی بار بار طبع ہو کر خراج عقیدت حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کی تبویب غالباً مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی نے کی ہے۔ کتاب کے دیباچہ یا حواشی میں اس کا

ذکر نہیں کیا گیا نیز کہیں حواشی بھی تحریر کیے گئے ہیں اس میں بعض حواشی حضرت مولانا سید فخر الحسن کے ہیں۔

(۱۵)

مناظرہ عجیبہ:

یہ کتاب بھی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مکتوبات کے سلسلے کی کتاب ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں مخدورات عشرہ جو تحذیر الناس کی عبارتوں پر کیے گئے ہیں۔ اور ان کے جوابات ہیں۔ اور دوسرے حصہ میں وہ خط و کتابت ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ایک ہم عصر عالم مولانا عبدالعزیز صاحب نے تحذیر الناس پر جو اعتراض کیے تھے اور جانبین سے چار چار خطوط میں مولانا عبدالعزیز صاحب لکھتے رہے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ان کے جوابات تحریر فرماتے رہے بالآخر مولانا عبدالعزیز صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے موقف کو تسلیم کر لیا جو اہل حق کا شیوہ ہوتا ہے۔ (۱۶)

مکاتیب حضرت نانوتویؒ:

جدید طباعت میں اس مجموعے کا نام قاسم العلوم مع ترجمہ انوار النجوم ہے۔ یہ فارسی زبان میں دس مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ اس کی ترتیب و تبویب اور ترجمہ حضرت مولانا پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹیؒ فاضل دیوبند، فیصل آبادی نے کیا ہے اور لاہور سے طبع ہوا ہے۔ یہ مجموعہ پہلی طباعتوں میں چار حصوں پر مشتمل تھا لیکن اب اس کی ایک ہی جگہ مترجم شکل میں جمع کر کے طباعت کرائی ہے۔ (۱۷)

تصفیۃ العقائد:

سر سید احمد خان کے پندرہ سوالوں کے جوابات اس رسالہ میں دیئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ اردو زبان میں لکھا گیا۔ سر سید احمد خان اور ان کے ہم خیال حضرات کا نظر یہ فطرت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا گیا اور اس کی اصلاح کی کوشش کی گئی۔ مسلم امہ میں علمی اختلافات کو کم کرنے میں یہ تحریر مناسب مفید ہے۔

اسرار قرآنی:

اسرار قرآنی فارسی زبان کا ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ جس میں ان آیات قرآنیہ پر بحث کی گئی ہے جو مولانا صدیق صاحب مراد آبادی نے سوالات لکھ کر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی خدمت میں پیش کیے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ان سوالات کے جوابات تسلی بخش دیئے تھے اور بہت سارے اشکالات

کو بھی دور فرمایا۔ رسالے کے آخری حصہ میں معوذتین کی بہت اچھی تفسیر اور مثنوی رومی کے ایک مشکل شعر کی شرح لکھی ہوئی ہے۔

تحفہ الحمیہ:

یہ بھی ایک مختصر رسالہ ہے۔ جس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ہندو کے باطل نظریہ کا رد لکھا ہے کہ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ جانوروں کا ذبح کرنا ان کا گوشت کھانا ظلم ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے انکا جواب عقلی اور نقلی دلائل کی بنیاد پر دیا اور کہا کہ جانوروں کا گوشت کھانا اور ان کا ذبح کرنا فطری ہے۔ عقل سلیم اسکو مانتی ہے۔۔ اس مسئلہ کو تو آپ نے بین طور پر ثابت کیا کہ اگر ان کا گوشت کھانا ظلم ہے تو پھر ان کی کھال سے جوتے بنانا اور ان کی ہڈیاں اور دیگر اجزاء استعمال کرنا تو پھر کوئی انصاف نہیں۔

میلہ خدا شناسی:

اس رسالہ میں اس ایک مذہبی مقابلے کی روئیداد مذکور ہے جو ۱۲۹۳ھ میں شاہ جہانپور میں ہوا تھا۔ جس میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے حصہ لیا تھا۔ ہندو، عیسائی اور مسلمان سب ہی اس میں شریک ہوئے تھے۔ اہل اسلام کو اس میں فتح ہوئی تھی اس بحث میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ حضرت کی تقاریر اور جوابات اس میں درج ہیں۔ (۱۸)

مباحثہ شاہ جہان پور:

۹۲ صفحات پر یہ مجموعہ ان تقاریر پر مشتمل ہے جو ۱۲۹۵ھ میں ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کے اعتراضات کے جوابات میں کی تھیں۔ ہندو پنڈتوں کی طرف سے اعتراضات کرنیوالوں میں پنڈت دیانند سرسوتی اور منشی اندر من تھے اور عیسائی پادریوں کی طرف سے پادری سکٹ اور پادری نولس تھے۔ اس کتاب میں پانچ سوالوں پر زیادہ گفتگو کی گئی اور اسی پر تقاریر سامنے آئیں۔ جن میں (۱) دنیا کو پر میشر نے کس چیز سے بنایا، اور کس وقت اور کس واسطے؟ (۲) پر میشر کی ذات محیط کل ہے یا نہیں؟ (۳) پر میشر عادل ہے اور رحیم بھی دونوں کس طرح ہے؟ (۴) دید، بانیل اور قرآن کے کلام الہی ہونے میں کیا دلیل ہے؟ (۵) نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟

یہ پانچ سوال بانی و مبانی جلسہ منشی پیارے لال کی طرف سے پیش کیے گئے تھے۔ اس کتاب میں تین

جلسوں کی تقاریر کو جمع کیا گیا ہے اور میلہ صرف دو دن لگا اور دو دن ہی تینوں فریقین میں مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی متعدد کتب ہیں۔ بعض کا تحقیقی تعارف دیا گیا ہے۔ مزید کتب کے نام درج کیے جاتے ہیں جو طبع ہو چکی ہیں تاکہ اہل ذوق کو مطالعہ میں مزید سہولت ہو۔ انتباہ المومنین، الحق الصریح فی التراجع، اسرار الطہارہ، توثیق الکلام فی الانصاف خلف الامام، الدلیل المحکم، لطائف قاسمی، جمال قاسمی، فیوض قاسمیہ، مصابیح التراجع، حاشیہ بخاری، فتویٰ متعلقہ، اجرت تعلم، جواب ترکی بہ ترکی، اجوبہ الکاملہ فی الاسولۃ الخالمۃ (اردو)، مکاتیب قاسمی، الخط المعلوم من القاسم العلوم (عربی)۔ مولانا قاسم نانوتوی کے مکتوبات اور تالیفات کی تعداد کافی ہیں جو ابھی تک چھپی نہیں مثال کے طور پر جن میں

۱۔ مکتوب بنام حاجی امداد اللہ مہاجر کی، مولانا عبداللہ گنگوہی (م ۱۳۳۹ھ) اور مولانا عاشق الہی میرٹھی نے اسے مرتب کیا، ۱۳۲۲ھ سے قبل لکھا گیا۔

۲۔ مکتوب قاسمی قلمی، مولانا عبدالغنی پھلاودہ نے اسے مرتب کیا، محمد ابراہیم پھلاودہ نے اسے لکھا، ۱۳۲۲ھ میں یہ لکھا گیا۔

۳۔ تنویر النبراس کے نام، مولانا عبدالغنی پھلاودہ نے اسے مرتب کیا، ۱۲۹۱ھ میں تالیف ہوا، محمد ابراہیم پھلاودہ نے اسے لکھا، ۱۳۲۳ھ میں یہ لکھا گیا۔ (۱۹)

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مندرجہ بالا تمام کتابوں میں اکثر کتابیں اردو نثر نگاری کا عمدہ شاہکار ہیں۔ آپ کی نثر حقیقی اسلامی تعلیمات پر مشتمل اعلیٰ معیار رکھتی ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی کی نثر: آغاز و ارتقاء:

مولانا احمد علی صاحب ایک جلیل القدر محدث تھے لہذا جب صحیح بخاری کو طبع کرنے کا خیال ہوا تو آپ نے یہ ضرورت محسوس کی کہ اس پر حاشیہ لکھا جائے تاکہ اہل علم کو سہولت ہو لہذا آپ نے خود ہی بخاری شریف پر حاشیہ لکھنا شروع کیا۔ پچیس پارے تک حاشیہ مکمل کر چکے تھے پھر بعض مصروفیات کی وجہ سے کام رک گیا اسی دوران مولانا محمد قاسم نانوتوی آپ کے مطبع سے وابستہ ہو گئے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی صلاحیتوں سے ان کے استاد واقف تھے جس کی بنا پر بقیہ پانچ پاروں کا حاشیہ لکھنے کا کام انہی کے سپرد کیا جو حضرات، مولانا محمد قاسم نانوتوی کی صلاحیتوں سے ناواقف تھے انہوں نے اعتراض بھی کیا کہ آپ نے یہ کام ایک نو عمر عالم کو دے دیا۔ اس پر مولانا احمد علی نے فرمایا کہ میں نے کبھی بغیر سوچے

سمجھے کام نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے بقیہ پانچ پاروں کی تصحیح اور حاشیہ کے کام کو مکمل کیا۔
 ”حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری المتوفی ۱۲۹۷ھ نے بخاری شریف کا حاشیہ لکھنا شروع کیا جو اس وقت پاک و ہند کے مطبوعہ تمام نسخوں پر موجود ہے۔ آخری پانچ، چھ پاروں کا حاشیہ جو سب سے زیادہ مشکل مقامات ہیں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہیں اور ان سے ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ مولانا مملوک علی صاحب نے تعبیر میں بتایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہو گا۔“ (۲۰)

عذر کے واقعہ کے دوران مولانا احمد علی سہارنپوری کا مطبع تو ختم ہو چکا تھا۔ لیکن مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ایک دوست منشی ممتاز علی تھے، جنہوں نے اپنا ذاتی مطبع میرٹھ میں قائم کر رکھا تھا۔ انہوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی سے کہا کہ آپ اس مطبع کو سنبھالیں۔ آپ اس مطبع کو چلا رہے تھے کہ انہی دنوں میں چند اکابر کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ آپ نے منشی ممتاز علی کے مطبع کے علاوہ کئی اور جگہوں پر بھی تصحیح کتب کا کام سرانجام دیا۔

دینی افکار

عذر کے واقعہ کے دوران مولانا احمد علی سہارنپوری کا مطبع تو ختم ہو چکا تھا۔ لیکن مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ایک دوست منشی ممتاز علی تھے، جنہوں نے اپنا ذاتی مطبع میرٹھ میں قائم کر رکھا تھا۔ انہوں نے مولانا محمد قاسم نانوتوی سے کہا کہ آپ اس مطبع کو سنبھالیں۔ آپ اس مطبع کو چلا رہے تھے کہ انہی دنوں میں چند اکابر کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ آپ نے منشی ممتاز علی کے مطبع کے علاوہ کئی اور جگہوں پر بھی تصحیح کتب کا کام سرانجام دیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی توحید و رسالت کے زبردست حامی تھے۔ مباحثہ شاجہاں پور میں جو آپ نے توحید کے عنوان پر تقریر کی تھی جو آپ کے دینی افکار کی عکاسی کرتی ہے۔ ”میلہ خدا شناسی“ گذشتہ سال کی طرح دوبارہ ۱۲۹۳ھ میں پھر منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں بھی مولانا محمد قاسم نانوتوی نے عجیب مسطور کن تقریری فرمائی یہ تقریر حجتہ الاسلام کے نام سے مطبع قاسمی میں چھپی ہے اس تقریر میں پادری حضرات ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکے اور راہ فرار اختیار کی۔ (۲۱)

عذر کے وقت مولانا محمد قاسم نانوتوی ہندوستان چھوڑنے کا ارادہ کر چکے تھے کیونکہ آپ کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی مکہ مکرمہ پہنچ چکے تھے۔ لہذا آپ نے بھی حج کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا۔ پہلا سفر

بڑی راز داری کے ساتھ شروع ہوا کیونکہ حکومت سے خطرہ لاحق تھا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے بچپن کے دوست مولانا یعقوب صاحب بھی تھے۔ پہلے سفر حج ۱۲۷۷ھ سے واپسی پر سیدھے نانوتہ تشریف لائے۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے جو خطرہ تھا وہ اب ختم ہو چکا تھا۔ اسی دوران کچھ علماء نے آپ سے یہ درخواست کی کہ ہمیں آپ بخاری شریف پڑھائیں آپ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور نانوتہ میں بخاری شریف کا درس شروع کر دیا۔ مولانا محمد یعقوب نے بھی اسی زمانہ میں آپ سے بخاری شریف پڑھی تھی۔ آپ کے درس کی یہ خصوصیت تھی کہ طلباء کھینچے چلے آتے۔ آپ نے وہاں پر ہر علم و فن کی کتابیں پڑھائیں۔ لیکن آپ کا مسند درس کسی ایک جگہ پر نہ رہا۔ کبھی نانوتہ، کبھی دیوبند کی چھتہ مسجد، کبھی میرٹھ جہاں زندگی کے کچھ برس گزارے تھے۔ عبارات اکابر کے مصنف نے آپ کے تین اسفار حج کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تین حج کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ پہلا حج ۱۲۷۷ھ، دوسرا حج ۱۲۸۵ھ اور تیسرا حج ۱۲۹۳ھ میں کیا۔ (۲۲)

تہذیبی افکار

انیسویں صدی کے اوائل میں مغرب اپنی سیاست و قوت کے بل بوتے پر، بیشتر ممالک پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اسی قوت و حکمرانی کے زور پر، اس نے بر عظیم میں جدید تعلیم اور مغربی فلسفے کو تہذیب کے نام پر فروغ دیا، تو یہاں دو طرح کے رد عمل سامنے آئے، ایک رد عمل اسلام اور مغرب کے درمیان امتزاج پیدا کرنے، اسلام کو مغرب کے معیار پر رکھ کر، اس کی ایسی تعبیر کرنے کا تھا، جس سے مغرب اور اسلام کے درمیان حائل خلیج کو عبور کیا جاسکے اور دوسرا رد عمل تردید اور مزاحمت کا تھا۔ سر سید خاں پہلے رد عمل کے نمائندہ تھے۔ اگرچہ سر سید تقلید کے زبر دست مخالف اور اجتہاد کے داعی تھے۔ لیکن پیروی مغرب میں انہوں نے اس کے بروعکس روش اختیار کی۔ دوسرے رد عمل کے نمائندہ وہ روایتی علماء تھے، جو اسلام اور مغرب کی اس تہذیبی کشمکش میں یا تو خانکاہوں کے حجروں میں وظیفہ خواں تھے، یا فروعی مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ (۲۳) اور ”جس کتاب نے ان کو علم کی روشنی اور عمل کی طاقت بخشی تھی اس کو انہوں نے محض ایک متبرک یادگار بنا کر غلافوں میں لپیٹ دیا تھا۔“ (۲۴)

ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۸۵۷ء سے پہلے بھی عیسائیت کی تبلیغ میں حصہ لیتی رہی اور بعد میں بھی کیونکہ حکومت انہیں کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اس لئے جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ کسی حد تک ممکن تھیں۔ مگر اسلام کے پیروکاروں نے شکست تسلیم نہیں کی۔ بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ سے پہلے عیسائیت کو مسلم علماء سے شکست سے دو

چار ہونا پڑا۔ ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا پادری فنڈر سے مناظرہ ہوا اس میں فنڈر کو اس قدر شرمندگی ہوئی کہ مولانا کا جہاں کہیں بھی نام سنتا وہی سے بھاگ جاتا۔ ۱۸۹۱ء میں مولانا اشرف الحق نے جو رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد تھے لارڈ بشپ جے اے لیفرائے مشن کالج دہلی کو مکالمے میں شکست دیکر اسلام کی سربلندی کا جھنڈا بلند کیا۔ ان کے بعد یہ کام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے استاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کے ساتھ مل کر عیسائیت، یہودیت اور کفر و شرک کے خلاف کام کیا۔ اور مولانا کے چند مشہور مکالمے یہ ہیں۔

* قاضی پور کے رافضیوں کے ساتھ

* پادری تارا چند کے ساتھ

* چند اپور ضلع شاہجہان پور میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ

* چند اپور ضلع شاہجہان پور میں دوسری مرتبہ ہندوؤں کے ساتھ

* چند اپور ضلع شاہجہان پور میں تیسری مرتبہ ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ۔

* رڑکی کے علاقہ میں ہندوؤں کے ساتھ

مولانا قاسم نانوتویؒ کے مکالمات میں زیادہ تر وہ مکالمے جو انہوں نے عیسائیوں اور ہندو پنڈتوں کے ساتھ کئے ان پر نظر دوڑائے تو ان مکالموں میں قابل ذکر مکالمہ شاہجہان پور اور مکالمہ رڑکی ہیں جس میں مولانا قاسم نے کس طرح اسلام کی فتح کو یقینی بنایا۔ مکالمہ شاہجہان پور جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی ملی بھگت تھی کہ اسلام کو شکست دینی ہوگی تاکہ گزشتہ شکست کا داغ دھویا جائے۔ اس کے باوجود قاسم نانوتویؒ نے اسلام کی حقانیت میں ایسے ایسے دلائل پیش کئے کہ مخالف وقت جلسہ کے اختتام سے پہلے چل اٹھے۔

اسی طرح مکالمہ رڑکی دیانند کے کہنے پر ہوا۔ دیانند جانتا تھا کہ مولانا خود نہیں آئیں گے جب مولانا خود تشریف لے گئے اور سولہ سترہ روز تک دیانند کو مکالمہ کے لئے دعوت دیتے رہے مگر دیانند کسی صورت تیار نہ ہوا اور رڑکی سے بھی فرار ہو گیا۔ مولانا نے مجمع عام میں اس کے اعتراضات کا جواب بیان کر دیا اور اس کے بعد تحریری صورت میں بھی پیش کر دیا۔

مولانا کے مکالمہ اصول اسلامی تعلیمات کے عین مطابق نظر آتے ہیں اور ایک اچھے مکالم کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً مکالمہ کرنے سے پہلے پہل طلب نصرت الہی، شرائط مکالمہ کا تعین کرنا، مکالمہ کے لئے وقت کا مقرر کرنا، مکالمہ مخالف کی آمادگی پر کرنا، بعض اوقات شرائط میں چک پیدا کرنا، بات کو مثالوں سے واضح کرنا، تقریر کے بعد اعتراض یا سوال کرنے کی اجازت دینا، اعتراض کو دلائل سے رد کرنا۔ مخالف کی درست بات کو تسلیم کرنا، مخالف کی بات دلیل سے رد کرنا موضوع یا ضعیف روایات سے اجتناب کرنا اور استقرائی طریقہ استدلال اختیار کرنا وغیرہ شامل ہے۔ ”سائل صرف خارجی خصائص تجزیہ کا نام نہیں بلکہ مصنف کی شخصیت کے داخلی نقوش، اس کا طرز مشاہدہ، اس کا طرز احساس، اس سے آگے بڑھ کر مصنف کے زمانے، قوم بلکہ اس کی پوری تہذیب کے نقوش کا نام ہے۔“ (۲۵)

مولانا قاسم نانوتوی کی نثر عالی ادبی اسلوب کی عکاسی کرتی ہے۔ ادبیات عالم میں بڑے ادیبوں اور بڑے شاعروں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ہمیشہ بہترین اسالیب اختیار کیے ہیں۔ (۲۶) مولانا قاسم نانوتوی کی نثر نگاری ادب و مذہب میں امتزاج پیدا کرتی ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس سے صرف جذبوں کی تسکین نہیں ہوتی بلکہ عقل کو بھی طمانیت ملتی ہے۔ ”میتھوآرنلڈ کہتا ہے اچھی نثر اور اچھے اسلوب کی پہچان یہی ہے کہ مصنف کے پاس کہنے کے لیے جو کچھ بھی ہو، اسے زیادہ سے زیادہ واضح طور پر ظاہر کر سکے۔ عبارت میں تصنع اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب نثر نگار کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔ (۲۷) صوفیہ کرام نے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے جو زبان استعمال کی، اگرچہ مشکل تھی لیکن انہوں نے سلوک و معرفت کے بڑے بڑے نکتے آسان اسلوب میں سمجھا دیے۔“ اردو کی ابتدائی تصانیف کا محرک اسلام کے عقائد اور تصوف کے مسائل کو ہندستان کے عوام اور خاص طور پر نو مسلموں کو سمجھانے کی ضرورت اور خواہش تھی (۲۸)

صوفیہ کرام کی تعلیمات، قرآن کریم کے اردو تراجم و تفاسیر اور مناظراتی ادب نے اردو نثر کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا، اسے اردو نثر کی خوش قسمتی کہا جاسکتا ہے کہ اسے شروع میں دینی اور علمی تحریکوں نے آگے بڑھایا۔ بہت سی شخصیات جن میں سر سید خاں، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا الطاف حسین حالی، اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے نام قابل ذکر ہیں۔ بالخصوص مولانا قاسم نانوتوی کی نثر میں ایک واضح نصب العین نظر آتا ہے۔ آپ نے اردو نثر کو فروغ دیا۔ آپ کی نثر میں ہمہ پہلو سمائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی نثر میں ادب و سلیقہ، فہم و فراست اور سنجیدگی و متانت جیسی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ آپ نے مغربی استعما

ریت کے سیلاب سے بر عظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے ممکنہ حد تک اپنے خیالات سے رہنمائی فراہم کی۔ اس طرح اردو نثر نگاری کو آگے بڑھنے کے کئی اور مواقع فراہم کیے۔

مولانا قاسم نانوتوی کی نثر نگاری ادبی اسلوب کی چاشنی سے پر ہے۔ آپ کا شمار اعلیٰ نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی نثر نگاری کے اثرات سحر انگیز ثابت ہوئے۔

حوالہ جات

- ۱۔ مناظر احسن، گیلانی: سوانح قاسمی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۳۷۳ھ، ج اول، ص ۵۲
- ۲۔ سرفراز خاں صفدر، مولانا، عبارات اکابر، مدرسہ نصرۃ العلوم، گجرانوالہ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۱۱
- ۳۔ گیلانی، مناظر احسن، سوانح قاسمی، لاہور مکتبہ رحمانیہ، ۱۳۷۳ھ، ج اول، ص ۱۲۴، ۲۵
- ۴۔ عبارات اکابر، ص ۱۱۳
- ۵۔ ایضاً، ص ۲۱۲
- ۶۔ ایضاً، ص ۲۲۷، ۲۲۸
- ۷۔ نانوتوی، محمد قاسم، آثار الضنا دید، باب چہارم، س۔ن، ص ۱۷
- ۸۔ نانوتوی، محمد قاسم، اجوبہ اربعین، مدرسہ نصرۃ العلوم، گجرانوالہ، ۱۹۸۱ء، ص ۳۳
- ۹۔ ایضاً، ص ۳۲
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۴۴، ۴۳
- ۱۱۔ نانوتوی، محمد قاسم، ہدایتہ الشیعہ، شیخ الہند اکیڈمی، دیوبند، ۱۹۶۰ء، ص ۲۸،
- ۱۲۔ ایضاً، ص ۵۱
- ۱۳۔ اجوبہ اربعین، ص ۳۰
- ۱۴۔ ایضاً، ص ۳۱
- ۱۵۔ عبارات اکابر، ص ۳۱
- ۱۶۔ ایضاً، ص ۳۶
- ۱۷۔ ایضاً، ص ۳۷
- ۱۸۔ ایضاً، ص ۳۹
- ۱۹۔ مولانا قاسم نانوتوی کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ، محمد اسد تھانوی، شعبہ قرآن و سنہ، کلیہ معارف اسلامیہ، کراچی، ۳۰ دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۶
- ۲۰۔ عبارات اکابر، ص ۱۱۲

- ۲۱۔ تھانوی، اشرف علی، ارواحِ ثلاثہ، ادارہ اسلامیات لاہور، ص ۲۳
- ۲۲۔ عبارات اکابر، ص ۱۱۲
- ۲۳۔ ڈاکٹر محمد جاوید اصغر، سید ابو الاعلیٰ مودودی بحیثیت نثر نگار، منشورات۔ ۲۰۰۹ء، ص ۱۶۸
- ۲۴۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، تنقیحات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۳۶
- ۲۵۔ اشارات تنقید، ملتان، شمارہ نمبر ۱، ص ۲۵۶
- ۲۶۔ ڈاکٹر عبدالغنی، ابو الکلام آزاد کا اسلوب نگارش، مکتبہ اخوت، لاہور، ص ۱۹۹۶ء، ۸ء
- ۲۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، اوراق، لاہور، اپریل مئی ۱۹۸۲ء، ص ۱۹
- ۲۸۔ عبدالحق، مولوی، اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیا کرام کا حصہ، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۱۶